برِ عظیم پاک و ہند کے صوفی ادب میں عورت کا مقام

ڈاکٹر ابراھیم محمد ابراھیم
(صدر شعبہ اردو۔ الأزہر یونیورسٹی)

Women in the Sufi literature

Sufi literature is a very rich and its theme s are varied , numerous and attractive. It includes a summary of thought that lead the souls to the ascension of perfection.

In the field of mysticism (Tasawof), women always had a great status and importance, and were consedered of the pioneers of mysticism, in this regard we can just recall Hazrat Rabia Basria, Hazrat fatima, wife of Hazrat Sultan Ahmad Khizrawaih, Bibi Allah Bandi, Bibi Fatima Sam, etc.... In fact Sufi were always kind to women and treat them with respect and appreciation .

We can also note through the history of Sufi that number of them preferred not to marry , and number of them had got not one or two or three, even four marriages each. In this regard we can mention Hazrat Khwaja Mueinud Din Chashti (two marriages), Shiekh Muhammad Hamidud Din Naguri (two marriages), Hazrat Qutbud Din Bukhtiyar Kaki (two marriages), Hazrat Khawaja Muhammad Mostafa Mahboob Alam, son of Rukn Alam , son of Faiz alam (four marriages) , Hazrat Faqeer Noor Muhammad Sarvari Qadiri Kulachoi (four marriages), etc..

Anyhow the opinion of the Sufi regarding marriage is moderate, balanced and does not clash with the Islamic Sharieat, and their thought regarding women is subject to Quran and Sunnat, and this article focuses on the status of women in Sufi literature and how the Sufi dealt with them in the real life.

۱۔۵: عورت اور معاشرہ:

مرد اور عورت ایک کل کے دو جزو ہیں۔ انسانیت کے دو نصف ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کی تکمیل اور ایک

دوسرے کا لباس ہیں ۔ان کے میل ملاپ اور اجتماع سے انسان بنتا ہے ۔ زندگی بنتی ہے ۔ دونوں کے تعلقات اگر رحم، محبت اور ہمدردی پر مبنی ہوں تو زندگی جنت بن سکتی ہے ۔ اور اگر دشمنی، زبردستی اور مسابقت پر ہوں تو زندگی جہنم ۔

کوئی بھی یہ نہیں فیصلہ کر سکتا کہ مرد اور عورت دونوں میں سے کون زیادہ اہم اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے ۔ کیونکہ دونوں کا وجود ایک دوسرے کے بغیر ناقص اور بے وقعت ہوتا ہے ۔ دونوں اللہ کی مخلوق ہیں ۔ بہترین کا معیار تقویٰ ہی ہے چاہے مرد ہو یا عورت ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے [ان أکرمکم عند اللہ أتقاکم] (۱) . [**فاستجاب لهم ربهم أني لا أضيع عمل عامل منكم من ذكر أو أنثىٰ بعضكم من بعض**] (۲) . [**من عمل صالحا من ذكر أو أنثىٰ وهو مؤمن فلنحيينهُ حياة طيبة**] (۳) ۔

دنیا پر جب تاریکی کا غلبہ ہو جاتا ہے تو انسانی زندگی جنگل کے قانون کے تابع ہو جاتی ہے ۔ جنگل کے قانون کا نچوڑ یہ ہے کہ بالا دستی صرف اور صرف بے رحم اور اندھی طاقت کی ہوتی ہے ۔ کمزور کے سامنے طاقتور کی بالا دستی کو تسلیم کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہوتا ۔ تب جا کر اللہ کی طرف سے کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا ہے ۔ اور زندگی راہِ راست پر آ ہی جاتی ہے ۔ زندگی میں عدل وانصاف آ جاتا ہے ۔ خالقِ کائنات سے دوبارہ آگاہی حاصل ہوتی ہے ۔ اس کی توحید اور عبادت صحیح طریقے سے ہو جاتی ہے ۔ مسلسل کشمکش کی جگہ تعاون لے لیتا ہے ۔ اور انسان صحیح معنوں میں انسان بن جاتا ہے ۔ ایک عرصے کے بعد پہلی حالت ایک بار پھر عود کر آتی ہے ۔ تو اور نبی مبعوث ہوتا ہے ۔ وعلیٰ ھذا القیاس ۔ یہاں تک کہ خاتم الأنبیاء والرسل حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے تو ان کے ساتھ زندگی کے مستقل اور زمان ومکان سے بے نیاز اصول قرآن پاک کی شکل میں آئے ۔ جن کے مطابق انسان کو، اگر واقعی بھلائی چاہتا ہو تو، قیامت تک چلنا ہوگا ۔

اس کے باوجود جب کبھی لوگ اسلام کی صحیح سمجھ سے کسی بھی وجہ سے محروم ہو جائیں ۔ تو وہ اسلام کی غلط تعبیر کرنے لگ جاتے ہیں ۔ اور جنگلی معاشرے کی خصوصیات پھر سے دکھائی دینے لگ جاتی ہیں ۔ رحم کی جگہ سختی، رواداری کی جگہ تعصب، مفاہمت کی جگہ زبردستی، میانہ روی کی جگہ انتہا پسندی اور محبت کی جگہ نفرت لیتی ہے ۔ آوازیں اُونچی ہو جاتی ہیں ۔ جذبات چھا جاتے ہیں ۔ اور عقل دب جاتی ہے ۔ ان سارے منفی رجحانات کے نقصانات سارا معاشرہ تو اُٹھاتا ہے ۔ مگر یہ دیکھا گیا کہ ایسی صورتِ حال میں سب سے زیادہ تذلیل کمزور کی ہوتی ہے ۔ مرد ہو یا عورت ۔ عورت ایک طرف جسمانی لحاظ سے معاشرے کی ایک کمزور رکن ہے ۔ اور دوسری طرف وہ مرد کی عزت اور مجبوری بھی ہے ۔ ایک مرد کی عزت پر مرد ہی ہاتھ اُٹھا سکتا ہے ۔ جس کے نتیجے میں مرد کا، مرد سے برسرِ پیکار رہنے کا امکان موجود رہتا ہے ۔ چنانچہ مرد نے دیکھا ہے کہ عافیت اسی میں ہے کہ عورت کو گمنامی میں رکھا جائے ۔ اس سے دو فائدے

ہوئے ہیں : ایک عزت محفوظ ۔ اور دوسرا لڑائی کا خطرہ دور ۔

اس سب کچھ کے باوجود تاریخ یہ بتاتی ہے کہ کچھ خواتین ایسی گزری ہیں جن کے مقام کو چھونا مردوں کی استطاعت میں نہیں ہے ۔ اس کی بہترین مثال حضرت آسیہ زوجہء فرعون، حضرت فاطمۃ بنت عمران، حضرت فاطمۃ بنت محمد ﷺ اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن جمیعا وغیرھن ہے ۔ یہ ایسی ہستیاں ہیں جن پر انسانیت کو فخر تھا، ہے، اور رہے گا ۔

مرد سے تعلق کے حوالے سے عورت کی چار بنیادی حیثیتیں ہیں، یعنی ماں کی حیثیت ۔ بیٹی کی حیثیت ۔ بہن کی حیثیت ۔ بیوی کی حیثیت ۔ پہلی تین حیثیتیں مسلمہ ہیں ۔ ان کے مقدس ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے ۔ اللہ تعالیٰ اور رسول پاک ﷺ نے عورت ہی کی ماں والی حیثیت کو سراہا ۔ اس کے متعلق بتایا گیا کہ جنت اس کے قدموں تلے ہے ۔ اس سے محبت کرنے، اس کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے اور اس کی فرمانبرداری کرنے پر زور دیا گیا ۔ اور ظاہر ہے ہر مرد عورت کی اس حیثیت کا معترف ہے ۔ عورت کی دوسری حیثیت، یعنی بیٹی، اور تیسری حیثیت، یعنی بہن سب کی نظر میں بھی محترم اور قابلِ تقدیس ہے ۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے عورت کی ان دونوں حیثیتوں کے متعلق مرد کو ہدایت دی کہ ان کے ساتھ اچھے طریقے سے معاملہ رکھے ۔ اور یہ بھی بتایا کہ عورت ان دونوں حیثیتوں میں مرد کے لئے رحمت بن کر اس کو جنت میں داخل ہونے کا سبب بن سکتی ہے ۔ باقی رہی عورت کی وہ حیثیت جو محلِ نزاع ہے، یعنی بیوی کی حیثیت ۔ یاد رہے کہ ہر بیوی کسی نہ کسی صورت میں کسی کی ماں، کسی کی بیٹی یا کسی کی بہن ہوتی ہے ۔ چنانچہ عورت کی یہ چار حیثیتیں ایک دوسری سے الگ نہیں ہوسکتیں ۔

قرآن پاک کی آیت [**الرجال قوامون علیٰ النساء**] میں لفظ [النساء] سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں غالبا عورت کی چوتھی حیثیت، یعنی بیوی مراد ہے ۔ اس کی دلیل آیتِ کریمہ کا بقیہ حصہ ہے جس میں اس کی صراحت کی گئی کہ بات بیوی ہی کے بارے میں ہورہی ہے ۔ پوری آیت کے الفاظ یہ ہیں : [**الرجال قوامون علیٰ النساء بما فضل الله بعضهم علیٰ بعض وبما أنفقوا من أموالهم فالصالحات قانتات حافظات للغيب بما حفظ الله ، واللاتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن فان أطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا ان الله كان عليا كبيرا**] (۴) ۔

گویا کہ معاملہ صرف مرد کی یہ حیثیت شوہر اور عورت کی یہ حیثیت بیوی سے متعلق ہے ۔ جس کا مطلب ہے کہ اس افضلیت کی بنیاد دونوں کی اصلِ خلقت میں نہیں، بلکہ شوہر کی اپنی بیوی کی حفاظت، نگرانی اور اس کا خرچہ اُٹھانے میں مضمر ہے یہ نگرانی اور خرچہ بیوی کے لئے شوہر، گھر اور اولاد کی خدمت کی وجہ سے اللہ کی طرف سے مقرر کیا

گیا۔

اسی طرح حدیثِ رسولِ پاک ﷺ [ما ترکت فتنة بعدی أضر علیٰ الرجال من النساء] میں لفظ [نساء] سے عورت کی چوتھی حیثیت ہی مراد ہے ۔ چاہئے یہ عورت بیوی بن چکی ہو یا بننے کا امکان موجود ہو ۔ مگر پہلی تین حیثیتیں بالقطع شامل نہیں ہیں ۔ اس مقالے میں عورت کی چوتھی حیثیت ہی مقصود ہے ۔

۲ ۔ ۵ : تصوف کی منزلِ آخرین :

اسلامی تصوف چوتھی صدی ہجری تک مختلف مراحل طے کر کے ایک اہم موضوع کی حیثیت اختیار کر چکا تھا ۔ قرونِ وسطیٰ میں تصوف نے خوب ترقی کی ۔ عربی اور فارسی زبانوں میں تصوف پر بلند پایہ کتابیں معرضِ وجود میں آئیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں :

۱ ۔ اللمع فی التصوف از ابونصر سراج (۳۷۸ھ) ۔

۲ ۔ التعرف لمذھب التصوف از ابوبکر کلاباذی (۳۸۰ھ ۔ ۳۹۰ھ) ۔

۳ ۔ قوت القلوب از ابوطالب المکی (۳۸۶ھ) ۔

۴ ۔ طبقات الصوفیہ از ابوعبدالرحمٰن السلمی (۴۱۲ھ) ۔

۵ ۔ حلیۃ الأولیاء از ابونعیم الأصبہانی (۴۳۰ھ) ۔

۶ ۔ الرسالۃ القشیریۃ از امام قشیری (۴۶۵ھ) ۔

۷ ۔ کشف المحجوب از علی بن عثمان ہجویری (۴۶۵ھ) ۔

۸ ۔ طبقات الصوفیۃ از عبداللہ ہروی (۴۸۱ھ) ۔

۹ ۔ تذکرۃ الأولیاء از فریدالدین عطار (۶۲۰ھ) ۔

۱۰ ۔ عوارف المعارف از السہروردی (۶۳۲ھ) ۔

۱۱ ۔ الفتوحات المکیۃ از ابن عربی (۶۳۸ھ) ۔

۱۲ ۔ فوائد الفؤاد از خواجہ نظام الدین اولیا (۷۲۵ھ) ۔

۱۳ ۔ انسان کامل از عبدالکریم بن ابراھیم الجیلی (۸۱۱ھ) (۵) ۔

اولیائے کرام عرفان وایقان ، سلوک وتصوف ، اخلاق ومحبت ، انسان دوستی کے مظہر اور تبلیغِ حق وصداقت کے سرچشمے ہیں ۔ طریقت وتصوف کی منزلِ آخرین شاہدِ حقیقی کا مشاہدہ ودیدار ہے ۔ دنیائے فانی کے اندر یہ دیدار دل کی آنکھوں ہی سے ممکن ہے ۔ اور اہلِ دل اور عاشقانِ صادق کی یہی منزلِ مراد ہے ..... ان عاشقوں کا دل تو ہر

وجھک الکریم :اے خدا! اگر میں دوزخ کے خوف سے تیری عبادت کروں تو تو مجھ کو دوزخ میں جلا۔ اور اگر جنت کی اُمید سے تیری پرستش کروں تو اس کو مجھ پر حرام کر۔ اور اگر تجھے خاص تیرے واسطے پوجوں تو اپنے جمال سے مجھے محروم نہ کر]

۴۔۵: عورت اور مشائخِ تصوف:

عورت سے صوفیائے کرام کا آمنا سامنا بنیادی طور پر دو حالتوں میں ہوتا ہے۔ ایک پیری مریدی کی حالت، اور دوسری زوجیت کی۔

ا۔ پیری مریدی کی حالت:

صوفیائے کرام ہمیشہ سے عورتوں سے حسنِ سلوک اور محبت و ہمدردی سے پیش آنے کی وصیت کرتے ہیں۔ حضرت یحیٰ معاذ الرازی فرماتے ہیں؛ کوئی مرد حکیم نہیں ہوتا جب تک کہ اس میں تین خصلتیں جمع نہ ہوں: تونگروں کی طرف نصیحت لینے کے خیال سے دیکھے نہ کہ حسد کی نظر سے۔ عورتوں کی طرف شفقت کی نظر سے دیکھے نہ کہ شہوت کی نظر سے۔ درویشوں کی طرف تواضع کی نظر سے دیکھے نہ کی کبر وغرور کی نظر سے (۹)۔

فوائد الفواد، بیسویں مجلس میں فرمایا گیا کہ درویش لوگ نیک عورتوں اور نیک مردوں کی حرمت سے جب دعا مانگتے ہیں تو پہلے نیک عورتوں کی دہائی دیتے ہیں اس اعتبار سے کہ نیک عورتیں کم ہوتی ہیں۔ فرمایا: جب شیر جنگل سے نکلتا ہے تو کوئی نہیں پوچھتا کہ یہ شیر نر ہے یا مادہ۔ یعنی بات تو جب ہے کہ آدم کا فرزند طاعت وتقویٰ میں مشہور ہو جائے مرد ہو چاہے عورت (۱۰)۔

مشائخ صوفیہ نے عورتوں کو بھی بیعت کیا۔ لیکن اس شرط کے ساتھ جو مشائخ میں جاری وساری ہے۔ مشائخِ کرام بھی سنت کے مطابق عورتوں کو مرید کرتے تھے۔ بعض عورتوں کو حق تعالیٰ نے کشفِ واقعات میں ایسا مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ بہت سے اصحابِ سلوک کشفِ واقعات میں ان کے دستِ نگر رہے ہیں۔ اور ان کا مرتبہ بہت سے اللہ والوں سے بھی دو چند تھا۔ صاحبِ فتوحات محی الدین بن عربی نے فرمایا: [یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ مردوں کے بارے میں ہے۔ البتہ کبھی کبھی ان میں عورتیں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ لیکن باعتبارِ تغلب مردوں کا ذکر کیا گیا۔ ان میں چند ابدال بھی ہیں۔ جب دریافت کیا گیا کہ ابدال کتنے ہیں۔ تو کہا کہ چالیس نفوس۔ جب کہا گیا کہ آپ نے چالیس نفوس کہا۔ آپ نے چالیس افراد کا لفظ کیوں نہیں استعمال کیا۔ تو فرمایا کہ ان میں اکثر عورتیں بھی ابدال گزری ہیں۔ حضرت شیخ عبد الرحمن سُلمی صاحب طبقات الصوفیہ نے [نساء عابدات وعورات عارفات] کے

خواہش سے خالی ہے۔ مگر محبتِ خداوندی سے معمور، اور زبان یادِ الٰہی سے تر ہے:

جمالُک فی عینی ، وحبُک فی قلبی وذکرُک فی فمی ، فأین تذھبُ(٦)۔

۳۔۵: عورت اور تصوف:

تصوف کے میدان میں عورت کی ہمیشہ سے بڑی اہمیت رہی۔ تصوف کی تاریخ میں ایک ایسی خاتون ہے جو سنگِ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلام کے بعد سب سے پہلے اس خاتون نے عربی میں محبت الٰہی میں اشعار کہے۔ میری مراد ہے حضرت رابعہ بصریہ (۱۰۰ھ: ۷۱۸ء۔۱۸۰ھ: ۷۹۸ء) سے۔ درج ذیل اشعار ان سے منسوب ہیں:

عرفت الھویٰ مذ عرفت ھواک وأغلقت قلبی عمن سواکا

وکنت أناجیک یا من تریٰ خفایا القلوب ولسنا نراکا

أحبک حبین ، حب الھویٰ وحب لأنک أھل لذاکا

فأما الذی ھو حب الھویٰ فشغلی بذکرک عمن سواکا

وأما الذی أنت أھل له فکشفک الحجب حتیٰ أراکا

فلا الحمد فی ذا وذاک لی ولکن لک الحمد فی ذا وذاکا

یہ بھی کہتی ہیں:

فلیتک تحلو والحیاۃ مریرۃ ولیتک ترضیٰ والأنام غضابُ

ولیت الذی بینی وبینک عامر وبینی وبین العالمیں خرابُ

اذا صح منک الود فالکل ھین وکلُ الذی فوق الترابِ ترابُ

حضرت رابعہ نے اس قدر روحانی ترقی حاصل کر لی تھی کہ اس کے زمانے کے کئی صوفی بھی ایسی روحانی منزل کو نہ پہنچ سکے تھے۔ ان سے شیخ سفیان ثوری بہت سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ اور ان کے مواعظ سننے کا ان کو بہت شوق تھا۔ قدیم عربی شاعر نے کیا خوب کہا:

فلا التأنیث لاسم الشمسِ عیبُ ولا التذکیرُ فخرُ للھلالِ

شمس کا اسم مؤنث ہونا عیب نہیں ہے۔ اور ہلال کے لئے مذکر ہونا قابلِ فخر نہیں ہے(۷)۔

فرید الدین عطار حضرت رابعہ بصریہ سے متعلق فرماتے ہیں کہ عشق الٰہی کی آگ میں جلنے والی یہ خاتون دوسری مریم تھیں(۸)۔ فرماتی ہیں: [الٰھی ان کنت أعبدک خوفا من نارک فاحرقنی بھا ، وان کنت أعبدک طمعا فی جنتک فاحرمنی منھا ، وان کنت أعبدک لذاتک فلا تحرمنی من رؤیة

احوال میں ایک جداگانہ تذکرہ لکھا ہے۔ اور اس میں کافی شرح وبسط کے ساتھ ان کے حالات بیان کئے ہیں (۱۱) ۔

اُوپر حضرت رابعہ بصریہ کا ذکر کیا گیا ہے مگر معاملہ حضرت رابعہ بصریہ پر موقوف نہیں ۔ حضرت فاطمہ منکوحہ شیخ سلطان احمد خضرویہ کے فضائل ومجاہدات آفتاب سے زیادہ مشہور ہیں ۔ حضرت ام احسان اہلِ کوفہ میں ایک زاہدہ خاتون تھیں ۔ فاطمہ بنت المثنیٰ کی خدمت میں حضرت شیخ محی الدین بن عربی حاضر ہوتے رہے (۱۲) ۔

حضرت شیخ بہاء الدین چک بایزید نے اپنی کتاب اذکار الأبرار میں ایک ولیہ [بی بی اللہ بندی] کا ذکر کیا ۔ فرماتے ہیں : ان کی کہیں نسبت طے نہیں ہوئی تھی ۔ دس برس ہی کی تھیں کہ وفات پا گئیں ۔ بچپن ہی میں ان سے کئی کرامات ظاہر ہوتی تھیں ۔ جو کچھ کہہ دیتیں وہ ہو کر رہتا ۔ ان کی وفات کے بعد ان کی قبر سے بھی لوگوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی ہوتی رہتی ہے ۔ ان کی قبر تالاب مسانی سے دور شمال کی طرف الگ تھلگ واقع ہے (۱۳) ۔

زاہد اور متقی خواتین میں معروف صوفی بشر حافی کی بہن کا ذکر آتا ہے ۔ فرید الدین عطار اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ ایسی عارفہ ہوگئی تھیں کہ جواب نہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت بشر حافی کے انتقال کے بعد ایک بوڑھی عورت حضرت امام احمد بن حنبل کے پاس آئی اور کہا کہ میں کوٹھے پر بیٹھی روئی کات رہی تھی ۔ اس وقت خلیفہ کی سواری گزری ۔ نوکر چاکر مشعل لئے چلے جاتے تھے ۔ اس کی روشنی میں ، میں نے تھوڑا سا سوت کاتا ۔ اب آپ یہ فرمایئے کہ یہ جائز ہے یا نہیں ۔ آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ بوڑھی خاتون نے کہا کہ میں بشر حافی کی بہن ہوں ۔ یہ سن کر حضرت امام احمد بن حنبل زار وقطار روئے اور فرمایا: ایسی پرہیزگاری بشر کے خاندان کے واسطے روا ہے (۱۴) ۔

فوائد الفواد میں ایک خاتون کا ذکر ہوا جسے بی بی فاطمہ سام کہتے تھے ۔ وہ بڑی صلاحیت والی اور بزرگ بوڑھی گزری ہیں (۱۵) ۔

بعض صوفیوں کے نزدیک عورت کی بیعت کا مطلب یہ ہے کہ انہیں پردے میں رہنے کی نصیحت کی جائے ۔ محبوب یزدانی حضرت سید اشرف جہانگیر سامنانی نے ملفوظات میں فرمایا: اس فقیر کے نزدیک عورت کی بیعت سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اس کو نصیحت پردہ پوشی کی جائے ۔ اور اگر کسی عورت کو یہ خواہش ہو تو اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ وہ سامنے نہ آئے اور پردہ میں بیٹھے)(۱۶) ۔

بعض یہ سمجھتے ہیں کہ عورت اپنی فطری مجبوریوں کی وجہ سے تصوف کے میدان میں وہ مقام حاصل نہیں کر سکتی جو مرد کو میسر ہے ۔ اسرار العارفین سے نقل کرتے ہوئے صوفی محمد نواز نے اپنی کتاب [محبت الٰہی] میں کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت رابعہ نے جنگل کا رخ کیا ۔ خدا کی جلوؤں کی زیارت کی خاطر سات سال تک پہلو کے بل گھسٹ گھسٹ کر عرفات میں پہنچیں ۔ مگر جب قریب پہنچیں ۔ تو آپ کو عورتوں والا خون جاریہ ہوگیا ۔ اور وہ اس علت کی وجہ

سے جلوؤں کی زیارت نصیب نہ ہوئی (۱۷)۔

اسی طرح کا ایک قصہ حضرت سلطان باہو عین الفقر میں حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمہ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ شبلی اپنی خانقاہ سے نکل کر ایک مخنث کے گھر میں آ کر بیٹھ گئے۔ اور انہیں لوگوں میں رہنے سہنے لگے۔ مریدین نے عرض کیا کہ حضور یہ کیا بات ہے۔ تو آپ نے فرمایا: لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں: پہلی قسم کے لوگ: مرد۔ دوسری قسم کے لوگ: زن۔ تیسری قسم کے لوگ: مخنث۔ مرد حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ تھے۔ زن حضرت رابعہ بصریہ تھیں۔ میں ان سے خارج ہوں۔ میں ان میں نہیں ہوسکتا۔ پس معلوم ہوا کہ صاحبِ ذکر وفکر زن ہیں۔ اور اہلِ استغراق مرد ہیں۔ اور اہلِ دنیا ان دونوں سے خارج ہوکر مخنثوں میں داخل ہیں (۱۸)۔

۲۔ زوجیت کی حالت:

عورتوں سے صوفیائے کرام کے تعلقات کی دوسری صورت شادی ہے۔ تصوف کا ایک نظریہ، نظریہ تجرد ہے۔ اس کے مطابق تجرد سالک کی تربیت میں ایک اہم مرحلہ شمار کیا جاتا ہے۔ اس تربیت میں خلوت نشینی اور سفر وغیرہ شامل ہیں جن کے ساتھ تزویج کی حالت میں بیوی بچوں کا حق ادا کرنے میں سالک کی طرف سے کوتاہی کا امکان رہتا ہے۔ اور راہِ سلوک میں ذکر وعبادت کما حقہ نہ کر سکنے کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے۔ اس کے باوجود صوفیائے کرام کی تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ سلوک کی راہ طے کر کے ان کی کثیر تعداد نے ایک نہیں دو دو تین تین اور چار چار شادیاں بھی کیں۔ ان کی اولادیں بھی ہوئیں جو غالبا بڑی عالم عارف بھی بنیں۔

حضرت داتا گنج بخش کی شادی کے بارے میں اگرچہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر اکثر محققین اس پر متفق ہیں کہ ان کی شادی ہوئی۔ دلیل آپ کی کتاب کشف المحجوب کا وہ فقرہ دیتے ہیں جس میں آپ اپنی شادی کے حوالے سے فرماتے ہیں: [گیارہ سال نکاح کی آفت سے خدا نے محفوظ رکھنے کے بعد میری تقدیر نے مجھے اس فتنے میں مبتلا کر دیا۔ اور بے دیکھے میرا ظاہر وباطن ایک پری صفت کا اسیر بن گیا۔ ایک سال اس میں غرق رہا کہ قریب تھا کہ میرا دین تباہ ہو جائے یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے اپنے کمالِ لطف وکرم سے عصمت کو میرے ناتواں دل کے استقبال کے لئے بھیجا اور اپنی رحمت سے مجھے نجات عطا فرمائی۔ والحمد للہ علیٰ جزیلِ نعمائہ] (۱۹)۔

جبکہ بعض کہتے ہیں کہ آپ نے تزویج پر تجرید کو ترجیح دی۔ کیونکہ ایک یہ کہ آپ نے چالیس سال کا عرصہ سفر میں گزارا۔ سفر میں مشغولیت کی وجہ سے حقوقِ زوجیت ادا نہ کر سکنے کا اندیشہ تھا۔ دوسرا یہ کہ آپ اپنے شیخ کی طرح پردہ خمول وگمنامی میں رہنا چاہتے تھے۔ اس لئے لاہور آنے کے بعد آپ نے سلسلہء بیعت وارشاد نہیں پھیلایا۔ لہذا غالب گمان یہی ہے کہ آپ نے اپنے لئے تجرید ہی کی راہ پسند فرمائی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی (۵۳۷ھ : ۱۱۴۳ء ۔ ۶۳۳ھ : ۱۲۳۸ء) نے زندگی کا بیشتر حصہ تلاشِ حق، عبادت وریاضت میں گزارا۔ آپ نے دو شادیاں کیں۔ شروع میں حضرت کو شادی کرنے کا خیال نہ تھا۔ لیکن سرورِ عالم حضرت محمد ﷺ کے فرمان کے مطابق آپ کو ازدواجی زندگی اختیار کرنی پڑی۔ ایک شب آپ سرورِ دو عالم ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے۔ سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے معین الدین! تو ہمارے دین کا معین ہے۔ تجھے ہماری سنت ترک نہ کرنی چاہئے۔ چنانچہ حضرت خواجہ غریب نواز نے پہلی شادی سن ۵۸۵ھ ۔ ۱۱۹۳ھ۔ اس خاتون محترمہ کا نام بی بی امت تھا۔ یہ نکاح آپ نے اجمیر پہنچنے کے اڑھائی سال بعد میں کیا۔

خواجہ صاحب کا دوسرا نکاح سید وجیہ الدین مشہدی کی صاحبزادی بی بی عصمت سے سن ۶۲۰ھ ۔ ۱۲۲۳ء میں ہوا تھا۔ حضرت امام جعفر کو لڑکی کے باپ سید وجیہ الدین مشہدی نے خواب میں دیکھا۔ جناب امام نے فرمایا: اے فرزند! رسولِ خدا کا حکم ہے کہ اس لڑکی کا نکاح شیخ معین الدین کے ساتھ کردو۔ شیخ وجیہ الدین نے اس خواب کا ذکر خواجہ غریب نواز سے کیا۔ خواجہ غریب نواز نے فرمایا: اگرچہ میں سن رسیدہ ہوگیا ہوں۔ مگر بموجبِ ارشادِ نبوی یہ رشتہ قبول کرتا ہوں (۲۰)۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۳ برس کی تھی۔ آپ کی ازدواجی زندگی بڑی خوشگوار تھی۔ آپ کی دونوں بیویاں بڑی شاکر وصابر تھیں۔ متقی، پرہیزگار اور خدا ترس عورتیں تھیں۔ نیک سیرت اور نیک خصلت تھیں۔ آپ کے مزاج کو خوب سمجھتی تھیں (۲۱)۔

شیخ محمد حمید الدین ناگوری (۴۶۳ھ ۔ ۶۴۳ھ واللہ اعلم) نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی کا نام بی بی ماہرو تھا۔ جنہوں نے جلد ہی داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ دوسری شادی آپ نے کرمان میں خواجہ ابوبکر کرمانی کی لڑکی حمیرا سے کی جو آپ کے ساتھ زندگی بھر رہی (۲۲)۔

حضرت قطب الدین بختیار کاکی (۵۶۹ھ ۔ ۶۳۴ھ : ۱۲۳۵ء) نے دو شادیاں کیں۔ ان میں سے ایک شادی آپ کی والدہ محترمہ کی مرضی سے کی۔ مگر اس شادی سے آپ کے ورد میں خلل واقع ہوا تھا۔ چنانچہ بیوی کو طلاق دی گئی۔ پھر آپ نے دوسری شادی دہلی میں سکونت اختیار کرنے کے بعد آخری عمر میں کی (۲۳)۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ ۔ ۱۰۵۱ھ) نے شادی کی (۲۴)۔ حضرت خواجہ باقی باللہ (۹۷۱ھ ۔ ۱۰۱۲ھ) نے دو شادیاں کیں (۲۵)۔ حضرت شیخ احمد سرہندی (۹۷۱ھ ۔ ۱۰۳۴ھ) نے تھانسیر کے رئیس شیخ سلطان کی بیٹی سے شادی کی (۲۶)۔

حضرت سید محمد حسین گیسو دراز (۷۲۱ھ ۔ ۸۲۵ھ) نے چالیس سال کی عمر میں بی بی رضا خاتون سے عقد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دو بیٹے (سید محمد اکبر عرف میاں بڑے (۷۶۳ھ ۔ ۸۱۲ھ) اور سید یوسف عرف سید محمد

اصغر)، اور تین صاحبزادیاں (بی بی فاطمہ ستی (م ۸۰۳ھ بمقام سلطان پور)، بی بی بتول، منسوب بہ سید سالار لاہوری، اور بی بی امۃ الدین) عطا فرمائیں (۲۷)۔

حضرت خواجہ محمد مصطفیٰ محبوب عالم بن رکن عالم بن فیض عالم نے چار شادیاں کیں۔ ایک دھلی میں سن ۱۸۸۵ء میں ہوئی جب ان کی عمر ۳۵ سال تھی۔ اس شادی سے ایک صاحبزادہ پیدا ہوئے جو ۱۹۱۰ء میں ۲۵ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ دوسری شادی بغداد میں ۱۸۹۵ء میں، تیسری پانڈو وال میں ۱۸۹۷ء، اور چوتھی شاہ آباد کرنال میں ۱۹۱۵ء میں ہوئی (۲۸)۔

حضرت فقیر نور محمد صاحب سروری قادری کلاچوی نے چار شادیاں کیں۔ پہلی شادی ۱۹۰۸ء میں، دوسری ۱۹۱۲ء میں، تیسری ۱۹۲۴ء میں اور چوتھی ۱۹۳۶ء میں ہوئی۔ والدین اور رشتہ داروں نے آپ کو اہل وعیال کی ذمہ داریوں کی نسبت سے ملازمت کرنے پر آمادہ کیا۔ لہذا ان کے اصرار پر آپ نے اسلامیہ مڈل سکول کا کاخیل نوشہرہ (صوبہ سرحد) میں بحیثیت ہیڈ ماسٹر ملازمت اختیار کر لی۔ یہ غالباً ۱۹۲۳ء کا زمانہ تھا (۲۹)۔

بعض صوفی حضرات نے تجرد کو تزویج پر ترجیح دی۔ سلطان المشائخ والأولیاء شیخ نظام الدین محمد بدایونی (۶۳۶ھ: ۱۲۳۸ء۔ ۷۲۵: ۱۳۲۷ء) نے ساری عمر مجرد ہی گزاری۔ شادی قطعاً نہیں کی (۳۰)۔

ملفوظات وفوائد حضرت سید بندہ نواز گیسو دراز میں [نکاح کرنا بہتر ہے یا نوافل پڑھنا] کے عنوان کے تحت یہ بتایا گیا کہ: [حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ خلوت میں نوافل ادا کرنے سے نکاح کرنا بہتر ہے۔ امام شافعی کے نزدیک نکاح کرنے سے نوافل پڑھنا افضل ہے۔ حضور ﷺ کا ارشادِ اقدس ہے: [**خیرُ ھذہ الأمۃ أکثرھم نساء**: اس امت میں وہ شخص بہتر ہے جس کی بہت سی بیویاں ہیں]۔

کچھ صوفیائے کرام کے نزدیک تجرید تزویج سے افضل ہے۔ ملفوظات وفوائد حضرت سید بندہ نواز گیسو دراز بں منقول ہے کہ جس نے ایک عورت سے شادی کی وہ پوری دنیا کا محتاج ہو گیا۔ تم بھی تجربہ کر کے دیکھ لو۔ پہلے تو تمہیں صرف اپنی ضروریات کا فکر تھا۔ اب دوسرے کا بھی ہو گیا۔ یہ صحیح ہے کہ تمہیں لذت وخواہش کی پرواہ نہیں۔ مگر دوسرے کو تو ہے۔ بیاہ شادی کرنے سے تمہاری قوت روز بروز ذائل ہو کر زوالِ جمال کی صورت میں تبدیل ہو جائے گی۔ اگر تم مر گئے تو تمہاری بیوہ کس مپرسی کی حالت میں زندگی کیونکر گزارے گی۔ اس خیال کو دل سے نکال دو خدا اور سول تم کو نکاح کرنے کی اجازت دی ہے۔ مگر یہ تو غور کرو کہ تم فرائض کس قدر انجام دے رہے ہو جو اس مباح کے پیچھے پڑو۔ اور تم عارف ہو۔ اور تجلیات کا مشاہدہ کر چکے ہو۔ تو خوب جانتے ہو کہ بہت سی باتوں کو وہ فرماتے ہیں، مگر نہیں کرتے۔ حق تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ وہ حضوری تھے۔ یعنی اُنہوں نے شادی

نہیں کی تھی (کہا جاتا ہے کہ ان میں قوتِ باہ نہ تھی) ۔ میں کہتا ہوں تم بھی صوفی ہو ۔ قلتِ طعام کے سبب تمہاری قوتِ باہ کہاں سے آئی ۔ لہٰذا تم بھی اُنہیں کے حکم میں ہو ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میری عمر کے صرف دس پندرہ روز باقی رہ گئے ہیں تب میں شادی کرلوں ۔ کیونکہ تب میں تجرد کی حالت میں خدا سے ملنا نہیں چاہتا ۔ یہ بات بہت اچھی ہے ۔ تم بھی سنتِ نبوی پر جان دو ۔ مگر یہ دیکھ لو کہ تمہاری بیوہ پر تمہارے مرنے کے بعد کیا گزرے گی ۔ میرے عزیز! جہاں تک ہو سکے اس کام سے باز رہو (۳۱) ۔

اسی طرح کتاب اللمع میں یہ بیان کیا گیا کہ حضرت ابراہیم بن ادہم نے فرمایا : جب کوئی فقیر (صوفی) شادی کر لے تو گویا وہ کشتی میں سوار ہو گیا ۔ اور جب اس کے اولاد ہوئی تو جان لو کہ غرق ہو گیا (۳۲) ۔ اسی کتاب میں یہ بھی بیان کیا گیا کہ صوفیا کا یہ طریق نہیں کہ وہ امیر خواتین سے بیاہ رچا کر ان سے فائدہ حاصل کریں ۔ بلکہ صوفیہ کا طریق یہ ہے کہ وہ غریب خواتین سے نکاح کریں ۔ اور ان کے ساتھ انصاف سے پیش آئیں (۳۳) ۔

حضرت محمد سماک کے حوالے سے فرید الدین عطار کہتے ہیں کہ آپ نے شادی نہیں کی ۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نکاح کیوں نہیں کرتے ! آپ نے فرمایا : اس وجہ سے نہیں کرتا کہ میں دو شیطانوں کی طاقت نہیں رکھتا (۳۴) ۔ مگر وفات کے بعد لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا ۔ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا ۔ آپ نے کہا کہ مجھ پر بہت بخشش فرمائی ۔ خلعت دیا اور کرم کیا ۔ لیکن کسی شخص کو وہ آبرو حاصل نہیں جو ان لوگوں کو حاصل ہے جو بیوی بچوں کا بوجھ سہتے ہیں اور رنج وسختی سہتے ہیں (۳۵) ۔

یہ شیطان والا تصور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک قول پر مبنی ہے جو تصوف کی کتابوں میں ملتا ہے ۔ اور جس میں وہ فرماتے ہیں : [**النساء شیاطین خلقنا لنا ، نعوذ باللہ من شر الشیاطین** : ہمارے لئے عورتیں ابلیس کی طرح پیدا کی گئی ہیں ۔ ہم شرِ شیطانی سے پناہ مانگتے ہیں] (۳۶) ۔ ہمارے نزدیک اس طرح کے اقوال پر تحقیق کرنی چاہئے تا کہ ان کی حقیقت کا پتہ چل سکے ۔

خلاصہ یہ ہے کہ شادی کے حوالے سے صوفیائے کرام کی رائے معتدل ، متوازن اور شریعت سے بالکل متصادم نہیں ہے ۔ اس بات کی بہترین نمائندگی ہمیں حضرت داتا گنج بخش کی معروف کتاب کشف المحجوب میں ملتی ہے ۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب کے باب آدابہم فی التزویج والتجرید میں اکابر اہلِ تصوف کی آراء پیش کیں ۔ ان آراء اور شریعت کے درمیاں کوئی تضاد نظر نہیں آتا بشرطیکہ پڑھنے والے کو دین اسلام کا صحیح علم ہو ۔ داتا گنج بخش نے یہ بتایا کہ تمام مرد وعورت پر ہر حال میں نکاح ہے ۔ ہر مرد وعورت پر فرض ہے کہ حرام سے بچے ۔ اور سنت یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے عیال کے حقوق کو پورا کرے .... سب سے بڑی وحشت تنہائی کی ہے اور

سب سے بڑی راحت صحبت کی .....امن وحرمت کے اعتبار سے کوئی صحبت نکاح کرنے سے بہتر نہیں ہے.....مجرد وتنہا رہنے میں دو آفتیں ہیں ایک تو سنت کا ترک ہے دوسرے شہوت کی پرورش اور حرام میں مبتلا ہونے کا خطرہ بھی ہے۔ اس طرح غیر جنس (غیر موافق) سے نکاح کرنے میں دو آفتیں ہیں۔ ایک غیر خدا کے ساتھ دل کی مشغولیت۔ دوسرے نفسانی لذت کے لئے تن کو مشغول کرنا.... جو شخص خلق کی صحبت چاہتا ہے اس کے لئے نکاح ضروری ہے۔ اور جو خلوت وگوشہ نشینی کا خواہاں ہے اسے مجرد رہنا مناسب ہے۔ حضرت داتا گنج بخش نے اپنی ہی رائے پیش کرتے ہوئے فرمایا: [بندے کی ہلاکت نہ نکاح کرنے میں ہے اور نہ مجرد رہنے میں۔ کیونکہ اس کی ہلاکت تو اپنے اختیار کو قائم و برقرار رکھنے اور نفس کی پیروی کرنے میں ہے ۔

۵۔۵: عورت صوفی ادب میں:

صوفی ادب میں عورت کا ذکر مختلف صورتوں میں آیا ہے۔ کبھی تصریحا، اور کبھی تلمیحا۔ اور کبھی رمز وکنایہ کی صورت میں۔ لیکن ہر حال میں عورت کے ذکر کی بدولت صوفی ادب فکر وذکر سے بھرا ہوا ہے۔ نصیحت وعبرت کے بہترین نمونوں سے عبارت ہے۔ اور حلاوت اور چاشنی سے مالا مال ہے۔

ا۔ عورت ایک تنبیہ ہے:

صوفی ادب میں عورت کے روپ میں تنبیہ ہوتی ہے۔ حضرت ذوالنون مصری کے حوالے سے بتایا جاتا ہے کہ آپ ایک روز ایک نہر کے کنارے پہنچے۔ وہاں ایک محل تھا۔ آپ نے نہر کے کنارے بیٹھ کر وضو کیا۔ اس کے بعد ناگہاں آپ کی نظر محل کے کوٹھے پر پڑی۔ وہاں ایک حسین وجمیل عورت کھڑی تھی۔ آپ نے چاہا کہ اُسے آزمائیں۔ چنانچہ اس سے فرمایا کہ کوئی بات کرو۔ اس نے کہا: اے ذوالنون! جب آپ دور سے دکھائی پڑے تو میں نے دل میں سوچا کہ شاید یہ ایک دیوانہ ہے۔ جب نزدیک آئے تو خیال کیا کہ یہ عالم ہیں۔ جب اور بھی نزدیک آئے تو میں نے جانا کہ یہ عارف ہیں۔ لیکن اب جو میں خیال کرتی ہوں تو نہ آپ دیوانے ہیں، نہ عالم اور نہ عارف ہیں۔

حضرت ذوالنون نے پوچھا: کیوں! کہا: اگر دیوانے ہوتے تو وضو نہ کرتے۔ اگر عالم ہوتے تو نامحرم کی طرف نہ دیکھتے۔ اگر عارف ہوتے تو اپنی آنکھ خدا کے سوا کسی پر نہ کھولتے۔ یہ کہہ کر وہ عورت غائب ہوگئی۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ انسان نہ تھی۔ بلکہ اس کے روپ میں ایک تنبیہ تھی (۳۷)۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری کے حوالے سے فرید الدین عطار ایک قصہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سہل

بن عبداللہ ایک مرتبہ جنگل سے گزر رہے تھے۔ آپ نے ایک بوڑھیا کو دیکھا کہ سر پر ایک کساوہ باندھے تنِ تنہا لکڑی ٹیکتی چلی آتی ہے۔ آپ نے دل میں سوچا کہ شاید اپنے قافلے سے بچھڑ گئی ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنا ہاتھ جیب میں ڈالا کہ کچھ نکال کر اُسے دیں تا کہ وہ اپنی ضروریات پوری کرے۔ بوڑھیا نے یہ دیکھ کر تعجب سے اپنی انگلی دانتوں تلے دبائی۔ اور اپنا ہاتھ ہوا میں پھیلایا۔ اس کی مٹھی زر سے بھر گئی۔ پھر بوڑھیا نے آپ سے کہا کہ تو جیب سے نکالتا ہے اور میں غیب سے نکالتی ہوں۔ یہ کہہ کر نظر سے غائب ہوگئی (۳۸)۔

۲۔ عورت ایک علامت ہے:

ایک زمانہ تھا کہ اہلِ تصوف اور اہلِ فقہ کے درمیان شدید عداوت اس بنیاد پر شروع ہوئی کہ صوفی اپنے الہام، وجدان اور ذوقِ باطن کے نام پر ایسی باتیں کرتے تھے جو فقہاء کی نظر میں کبھی شریعت کے احکامِ ظاہری اور کبھی قرآنی تعالیم سے متصادم ہو جاتی تھیں۔ چنانچہ فقہاء اہلِ تصوف پر کفر کا فتویٰ صادر کرنے لگے۔ اس عداوت کا سب سے نازک، تلخ اور لرزہ خیز دور وہ تھا جو منصور حلاج کی ذات کی صورت میں رونما ہوا۔ اس لئے صوفیائے کرام کو رموز وعلائم کا راستہ اختیار کرنا پڑا کہ فقہاء اور عامۃ الناس کے ساتھ تصادم سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ صوفیائے کرام نے عذری محبت کے قصوں میں معشوقوں کے ناموں کو اللہ تعالیٰ پر دلالت کرنے کے لئے استعمال کیا ہے:

أسميكِ لبنىٰ فى نسيبى تارة وآونة سعدىٰ وآونة ليلىٰ
حذارا من الواشين أن يفطنوا بها والا فمن لبنىٰ فديتُكِ ومن ليلىٰ

کبھی کبھی اپنی غزل میں تیرا نام لبنیٰ رکھتا ہوں اور کبھی سعدیٰ اور کبھی لیلیٰ۔
تا کہ رقیب کہیں اس کو تاڑ نہ لیں۔ ورنہ، میں تجھ پر فدا ہوں، کون ہے لبنیٰ۔ اور کون ہے لیلیٰ (۳۹)۔

صوفیانہ شاعری میں لیلیٰ کا نام اسی غرض کے لئے بہت آیا ہے:

لقد فُضلت ليلىٰ علىٰ الناس كالتى علىٰ ألف شهرٍ فضلت ليلة القدر
فيا حبها زدني جوى كل ليلة ويا سلوة الأيام موعدُكَ الحشر

لیلیٰ کو تمام لوگوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح لیلۃ القدر کو ایک ہزار مہینوں پر حاصل ہے۔
اے اس کی محبت! ہر شب میرے سوزِ دروں میں اضافہ کرتی رہ۔ اور اے زمانے کی فراموش کاری! تجھ سے تو حشر کے دن ہی ملاقات ہوگی (۴۰)۔

ایک صوفی کہتا ہے:

لا تقل دارها بشرقى نجد فكل نجد للعامرية دار

ولها منزل علیٰ کل ماء وعلیٰ کل دمنة آثار

یہ نہ کہو کہ اس کا گھر نجد کے مشرق میں ہے۔ بلکہ سارے کا سارا نجد لیلیٰ عامریہ کا گھر ہے۔

ہر چشمے کے ہاں اس کا مکان ہے۔اور ہر پتھر پر اس کا نشان ہے(۴۱)۔

حضرت شبلی فرماتے ہیں: اے میری قوم! یہ بنو عامر کا مجنون تھا جس سے جب لیلیٰ کے بارے میں پوچھا جاتا تھا تو کہتا تھا: میں لیلیٰ ہوں ۔۔۔ پس وہ لیلیٰ ہی میں کھویا رہتا تھا۔ اور سوائے لیلیٰ کے ہر مقصد سے غافل رہتا تھا۔ تمام چیزوں کا مشاہدہ لیلیٰ کی آنکھوں سے کرتا تھا۔۔۔ پس کوئی شخص اللہ کی محبت کا دعوٰی کیسے کرسکتا ہے جبکہ وہ صحیح وسالم ہے۔اور چیزوں میں فرق کر سکتا ہے۔اور صاحبِ عقل ہے۔ یہ تو ناممکن ہے(۴۲)۔

فرید الدین مسعود گنج شکر کے اشعار میں [روح] کے لئے کنایۃً لفظ [دولہا] استعمال کیا گیا۔ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

جند وهٹی ، مرن ور ، لے جاسی پرنائے آپن هتهیں جول کے ، کیں گل لگے دهائے

روح ایک دلہن ہے۔ موت اس کے لئے بر اور دولہا ہے جو اس دلہن کو بیاہ کر لے جائے گا! سب اسے اپنے ہاتھ سے روتے ہوئے روانہ کرتے ہیں۔کون دوڑ کر کس کس سے ملے گا؟ (اب تو سب کے لئے گویا بیگانے ہو گئے ہیں!)(۴۳)۔

اسی طرح [سہاگن عورت] سے بیچاری روح کی مراد لیتے ہیں۔فرماتے ہیں:

ساهورے ڈهوئی نه لهی ، پئیے نا هیں تهاں پر واتڑی نه پچهے ، دهن سهاگن ناں

سسرال میں آمد ورفت ہے نہ رہائش ٹھکانہ۔ میکے میں کوئی جگہ ہے نہ پیا دل کی بات پوچھے ہے۔ واہ! یہ کیسی نام کی سہاگن ہے! (سسرال سے مراد یہاں آخرت اور عقبٰی ہے۔اور میکے سے بابا فرید کا مقصود یہ دنیا فانی ہے۔ سہاگن عورت سے مراد یہاں بیچاری روح ہے۔جس روح کے لئے دنیا فانی تو موت نے چھین لی۔ آخرت میں ویسے جگہ نہیں۔ پیا سے مراد مالک وخالق ہے جو سدا بے نیاز ہے!)(۴۴)۔

اور کبھی کبھی میت کے لئے [حسین دلہن] کی ترکیب استعمال کرتے ہیں۔فرماتے ہیں:

ناتی ، دهوتی ، سمبهی ، ستی آء نچند رهی سو بیڑی هنگ دی ، گئی کتهوری گند

(حسین دلہن یعنی میت) نہا دھو کر اور سج کر کے پُر سکون سوگئی۔اس کے جسم میں کچھ ہینگ کی بد بورہ گئی ہے۔(مردہ جسم رہ گیا ہے) کستوری والی خوشبو (یعنی روح) تو چلی گئی! (بابا فرید نے انسانی میت کے کفنائے، نہلائے جانے کے بعد کی حالت کا نقشہ کھینچا ہے جو بیک وقت خوبصورت بھی ہے اور عبرت آموز بھی!)(۴۵)۔

خلاصہ یہ ہے کہ صوفی ادب اور فکر میں عورت کا تصور اور مقام شریعت اور سنتِ نبوی کے تابع رہا۔

صوفیائے کرام کی کتابوں میں عورتوں سے اچھا سلوک کرنے کی نصیحت ہر جگہ ملتی ہے۔ جن صوفی مشائخ نے شادی کی انہوں نے اپنی بیویوں کے ساتھ حسنِ معاملہ رکھا۔ ان کے ساتھ چند مثالیں چھوڑ کر خوشگوار زندگی گزاری۔ کہیں کہیں اگر مشائخ تصوف کی کتابوں یا ان کے ملفوظات میں عورت کے بارے میں اچھی رائے نہیں دی گئی تو اس دو وجوہات ہیں: ایک یہ کہ یہ چیزیں الحاقی ہیں۔ ان کے کلام میں سے نہیں۔ اور دوسری وجہ ان کی اپنی ذاتی تجربات ہیں۔ لہذا ہمیں ان کتابوں اور ملفوظات بر علمی مناہج کے مطابق تحقیق کرنی چاہئے۔ تاکہ پڑھنے والوں کو صحیح رہنمائی مل سکے۔ اور معاشرے میں منفی اقدار وتصورات فروغ نہ پاسکیں۔

حواشی

١۔ الحجرات: ١٣۔

٢۔ آل عمران: ١٩٥۔

٣۔

٤۔ سورہ النساء: ٣٤۔

٥۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: پروفیسر یوسف سلیم چشتی۔ تاریخ تصوف۔ لاہور ١٩٧٦ء۔ صفحہ م۔ المقدمہ

٦۔ پروفیسر علامہ فضل احمد عارف۔ سیرت بایزید۔ سنگ میل پبلی کیشنز ١٩٩٦ء۔ صفحہ ١٠٧۔

٧۔ لطائف اشرفی۔ ملفوظات محبوب یزدانی حضرت سید اشرف جہانگیر سامنانی۔ کراچی ١٩٩٩ء۔ صفحہ ٥٠٤۔

٨۔ فرید الدین عطار۔ ذکرِ جمیل۔ ترجمہ محمد میرزا جان دہلوی۔ تحریر نو ڈاکٹر محمود الرحمن۔ کراچی ٢٠٠٧ء۔ صفحہ ٧٨۔

٩۔ ذکرِ جمیل۔ صفحہ ٣٦٥۔

١٠۔ خواجہ نظام الدین اولیا۔ فوائد الفواد۔ ترجمہ خواجہ حسن ثانی نظامی دہلویؒ۔ دہلی ١٩٩١ء۔

١١۔ لطائف اشرفی۔ ملفوظات محبوب یزدانی حضرت سید اشرف جہانگیر سامنانی۔ کراچی ١٩٩٩ء۔ صفحہ ٥٠٣۔

١٢۔ لطائف اشرفی۔ ملفوظات محبوب یزدانی حضرت سید اشرف جہانگیر سامنانی۔ کراچی ١٩٩٩ء۔ صفحہ ٥٠٤۔

١٣۔ حضرت شیخ بہاء الدین چک بایزید۔ اذکار الابرار۔ ترجمہ معین نظامی۔ لاہور ١٩٩٥ء۔ صفحہ ٤٦۔

١٤۔ ذکرِ جمیل۔ صفحہ ١٣٣۔

١٥۔ فوائد الفواد۔ صفحہ ٤١٦۔

۱۶۔ لطائف اشرفی ۔ ملفوظات محبوب یزدانی حضرت سید اشرف جہانگیر سامنانی ۔ کراچی ۱۹۹۹ء ۔ صفحہ ۴۵۴ ۔

۱۷۔ صوفی محمد نواز ۔ محبت الٰہی ۔ لاہور ۲۰۰۶ء ۔ صفحہ ۲۴۳ ۔

۱۸۔ سلطان باہو ۔ عین الفقر ۔ مترجم ابوالطیب محمد شریف عارف نوری نقشبندی ۔ لاہور ۱۹۹۳ء ۔ صفحہ ۱۳۷ ۔

۱۹۔ کشف المحجوب ۔ اردو ترجمہ سید غلام معین الدین نعیمی ۔ صفحہ ۵۲۴ ۔

ڈاکٹر ظہور الحسن شارب ۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی ۔ لاہور ۲۰۰۶ء ۔ صفحہ ۸۲ ۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی ولادت سن ۵۳۰ھ اور سن ۵۳۵ھ کے مابین ہوئی ۔ اور وفات ۶ رجب ۶۲۷ھ ۔ ۲۱ مئی ۱۲۲۹ء ہوئی ۔

۲۱۔ امیر علی خان ۔ قصص الأولیاء ۔ لاہور ۲۰۰۲ء ۔ صفحہ ۱۸۹، ۱۹۰ ۔

۲۲۔ قصص الأولیاء ۔ صفحہ ۴۲۴ ۔

۲۳۔ قصص الأولیاء ۔ صفحہ ۱۹۸ ۔

۲۴۔ قصص الأولیاء ۔ صفحہ ۴۴۵ ۔

۲۵۔ قصص الأولیاء ۔ صفحہ ۲۹۶ ۔

۲۶۔ قصص الأولیاء ۔ صفحہ ۳۲۵ ۔

(۲۷) ۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۔ جلد ۱۷ ۔ صفحہ ۵۸۶ ۔ گیسو دراز کی ۱۰۵ تصانیف بیان کی جاتی ہیں ۔ ان تصانیف میں سے : شرح آداب المریدین (شیخ عبد القاہر سہروردی) وخاتمہ بفارسی (عربی قلمی ، پٹنہ لائبریری) ۔ شرح زبدۃ الحقائق (تمہیدات عین القضاۃ ھمدانی) ۔ شرح رسالہ قشیریہ (شیخ عبد الکریم ہوازن القشیری) ۔ حدائق الانس ۔ شرح الہامات غوث اعظم الموسوم بجواہر العشاق ۔ استقامۃ الشریعۃ بطریقۃ الحقیقۃ ، تالیف ۷۹۲ھ ۔ اسمار الاسرار ، تالیف قبل ۸۲۵ھ ۔ شرح فقہ اکبر (امام ابوحنیفہ) ۔ اور دیوان گیسو دراز الموسوم بہ انیس العشاق (تقریباً تین ہزار بیت) زیادہ معروف ہیں ۔

۲۸ ۔ پروفیسر سید محمد کبیر احمد مظہر ۔ حضرت خواجہ محبوب عالم ، احوال و آثار ۔ لاہور ۲۰۰۵ء ۔ صفحہ ۱۴ و ما بعدھا ۔ حضرت خواجہ محبوب عالم کی ولادت موضع سیدا شریف ، تحصیل پھالیہ ، ضلع منڈی بہاؤالدین میں ۱۲۶۶ھ ۔ ۱۸۵۰ء میں ہوئی ۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام سیدہ مریم بی بی تھا ۔ ۱۳۴۴ھ ۔ ۱۹۲۵ء میں فوت ہوئی ۔ حضرت محبوب عالم کا وصال سن ۱۳۳۵ھ ۔ ۱۹۱۷ء میں ہوا ۔ ان کی تصانیف میں سے : ذکرِ خیر ۔ خیر الخیر ۔ ذکرِ کثیر ۔ خیر کثیر اور تنویر الأبصار لمن أراد أن یتمسک بجنود الأبرار زیادہ معروف ہیں ۔ ان کی کل اولاد سات ہوئی ۔

۲۹ ۔ صاحب زادہ سیف الرحمٰن بن صاحبِ عرفان ۔ حیاتِ نور ۔ سرحد ۲۰۰۶ء ۔ صفحہ ۱۰۷ ، ۱۷۱ ۔ صاحبِ عرفان کی

ولادت ۱۳۰۳ھ۔۱۸۸۳ء کو بمقام تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ہوئی۔

۳۰۔ قصص الأولیاء۔ صفحہ ۳۷۱۔

۳۱۔ ملفوظات وفوائد حضرت سید بندہ نواز گیسودراز۔ مترجم شبیر حسن چشتی نظامی۔ لاہور ۲۰۰۳ء۔ صفحہ ۹۵۔ حضرت سید بندہ نواز گیسودراز کی ولادت ۴ رجب ۷۲۱ھ۔ ان کے والد ماجد دہلی سے محمد تغلق کے دور میں دولت آباد ہجرت کر گئے۔ سید بندہ نواز گیسودراز نے ۴۰ سال کی عمر میں والدہ ماجدہ کے اصرار پر شادی کی۔ حضرت کی وفات ۸۲۵ھ میں ہوئی۔

۳۲۔ شیخ ابونصر سراج۔ کتاب اللّمع فی التصوف۔ ترجمہ سید اسرار بخاری۔ لاہور ۱۹۸۴ء۔ صفحہ ۳۲۱۔

۳۳۔ ایضاً۔ صفحہ ۳۲۲۔

۳۴۔ ذکرِ جمیل۔ صفحہ ۲۷۶۔

۳۵۔ ذکرِ جمیل۔ صفحہ ۲۷۷۔

۳۶۔ سلطان باہو۔ عین الفقر۔ مترجم ابوالطیب محمد شریف عارف نوری نقشبندی۔ لاہور ۱۹۹۳ء۔ صفحہ ۸۴۔

۳۷۔ ذکرِ جمیل۔ صفحہ ۱۴۰۔

۳۸۔ ذکرِ جمیل۔ صفحہ ۳۰۴۔

۳۹۔ راغب اصفہانی۔ محاضرات الأدباء۔ جلد دوم بیروت ۱۹۶۱ء۔ صفحہ ۶۰۔

۴۰۔ یہ دو شعر کتاب اللمع فی التصوف صفحہ ۳۲۲ میں اس اعتبار سے وارد ہوئے ہیں کہ یہ مشہور صوفی شبلی کے اشعار ہیں۔ حالانکہ یہ خود مجنون کے اشعار ہیں۔ پہلا شعر [دیوان مجنون لیلیٰ] صفحہ ۱۶۰، قطعہ ۱۴۱ میں آیا ہے۔ اور دوسرا شعر صفحہ ۱۳۰، قطعہ ۱۱۴ میں

۴۱۔ بحوالہ ڈاکٹر ابراھیم بسیونی۔ نشأۃ التصوف الاسلامی۔ صفحہ ۲۲۰۔

۴۲۔ السراج الطّوسی۔ کتاب اللمع۔ قاہرہ۔ مصر ۱۹۶۰ء۔ صفحہ ۴۳۷۔

۴۳۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر۔ معارف فریدیہ۔ (تعارف وترجمہ) ۔ محکمہ مذہبی امور واوقاف، حکومتِ پنجاب۔ لاہور ۲۰۰۵ء۔ صفحہ ۷۵، ۱۴۷۔

۴۴۔ ایضاً۔ (صفحہ ۱۱۰)۔

۴۵۔ ایضاً۔ (صفحہ ۱۱۳)۔